پردہ اصلاح میں، کوشش تخریب کا
خلق خدا پر عذاب، دیکھیے کب تک رہے

مشکل ہیں اگر حالات وہاں، دل بیچ آئیں جاں دے آئیں
دل والو کوچہ جاناں میں کیا ایسے بھی حالات نہیں

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

میدان وفا دربار نہیں، یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں
عاشق تو کسی کا نام نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

کچھ غلط بھی تو نہیں تھا، مرا تنہا ہونا
آتش و آب کا ممکن نہیں، یک جا ہونا

ایک نعمت بھی یہی، ایک قیامت بھی یہی
روح کا جاگنا اور آنکھ کا بینا ہونا

جو برائی تھی مرے نام سے منسوب ہوئی
دوستو! کتنا برا تھا مرا اچھا ہونا

اب تو کچھ اور ہی، اعجاز دکھایا جائے
شام کے بعد بھی سورج، نہ بجھایا جائے

نئے انساں سے تعارف جو ہوا، تو بولا
میں ہوں سقراط، مجھے زہر پلایا جائے

موت سے کس کو مفر ہے، مگر انسانوں کو
پہلے جینے کا سلیقہ، تو سکھایا جائے

سوال نمبر 7: مندرجہ ذیل درخواستیں تیار کریں۔

1) پرنسپل کے نام درخواست (فیس معافی اور مالی اعانت کے لیے)
2) ہیلتھ آفیسر کے نام درخواست (ڈسپنسری کے اجراء کے لیے)
3) ڈی سی او کے نام درخواست (برائے حصول ملازمت)
4) چیئرمین میونسپل کمیٹی کے نام درخواست (صفائی کے لیے)
5) چیئرمین تعلیمی بورڈ کے نام درخواست (سند کے اجرا کے لیے)
6) پرنسپل کے نام درخواست (برائے حصول کریکٹر سرٹیفکیٹ)
7) کالج کے پرنسپل کے نام درخواست (برائے تبدیلی مضمون)
8) پرنسپل کے نام درخواست (سکول چھوڑنے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے)
9) چیئرمین تعلیمی بورڈ کے نام درخواست (برائے نام درستی)
10) ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کے نام درخواست (ناقص امن وامان کے تدارک کے لیے)
11) پوسٹ ماسٹر کے نام درخواست (پارسل گم ہونے کے لیے)
12) پوسٹ ماسٹر کے نام درخواست (ڈاک کی ناقص تقسیم کے بارے میں)

سوال نمبر 8: مندرجہ ذیل عبارت کی تلخیص کیجئے اور مناسب عنوان بھی تحریر کریں۔

1) عام لوگوں کی نظر میں اکثر حیوانوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی واسطے مولانا روم ایک جگہ لکھتے ہیں کہ چراغ لے کر تمام شہر میں پھرا کہ کوئی انسان نظر آئے مگر نظر نہ آیا۔ اور موجودہ زمانہ تو روحانیت کے اعتبار سے بالکل تہی دست ہے۔ اسی واسطے اخلاص، اخوت، مروت اور یک جہتی کا نام و نشان نہیں ملتا۔ آدمی آدمی کا خون پینے والا قوم قوم کی دشمن ہے۔ یہ زمانہ انتہائی تاریکی کا ہے لیکن تاریکی کا انجام سفید ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالی جلد اپنا فضل کرے اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نور محمدی عطا کرے۔

2) نوجوان سمجھتا ہے کہ حقیقی با مسرت زندگی بعد میں آئے گی جوانی کے گزر جانے پر وہ سوچتا ہے کہ یہ تو پہلے حاصل تھی۔ جب آدمی ایک جگہ ہوتا ہو تو وہ کہتا ہے کہ یہ ہندوستان یا یورپ میں ہو گی۔ وہاں پہنچتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ یہ تو وطن واپس چلی گئی ہے اور وہیں ہماری منتظر ہے۔ بامسرت زندگی کی تلاش کرنے والا اس شخص کی مانند ہے کہ تتلیاں اکٹھی کرتا ہے۔ تتلی کو اڑتے ہوئے دیکھا جائے تو کیسی خوش نما لگتی ہے کیوں کہ جوں ہی اسے پکڑا جائے اس کے پر انگلیوں پر مسلے جاتے ہیں اور رنگ غائب ہو جاتے ہیں۔

3) مشرق نے ازمنہ، قدیم ہی سے سنیاس، مردم بے زاری اور رہبانیت کو حصول منزل کا ایک ذریعہ تصور کیا ہے۔ مگر اقبال نے اصل فقیر اسے کہا ہے جس کا سفینہ ہمیشہ طوفانی ہوا اور جو زندگی سے مقابلہ ہو کر اپنے لیے ایک ایسی راہ تراشے جو بالآخر خودی کی عریانی پر منتج ہو، مگر اس کے سفر کے لیے قوت درکار ہے اور اقبال کے نزدیک عشق ہی وہ فعال اور متحرک قوت ہے جو اسے منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

4) وہ جاہل تھے اور جہالت پر فخر کرتے تھے۔ ان کے ماضی کی تاریخ نہ ختم ہونے والی قبائلی جنگوں تک محدود تھی اور ان کے سامنے ان جنگوں کا جاری رکھنے کے سوا کوئی مستقبل نہ تھا۔ جو ظلم کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ظلم سہنے پر مجبور کر دیے جاتے تھے۔ لیکن جب اسلام آیا تو یہی لوگ ایک نئے دور کے مشعل بردار بن گئے۔ کارساز فطرت نے اپنی رحمت کی گھٹاؤں کے نزول کے لیے ایک بے آب و گیاہ صحرا منتخب کیا۔ عرب کے ظلمت کدے سے نور کا سیلاب نمودار ہوا اور مختلف قبائل و اقوام کو اپنی آغوش میں لیتا ہوا اطراف عالم پر چھا گیا۔ اسلام تپتے ہوئے صحرا میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا۔ اور خلق خدا اسی کی پیاسی تھی۔ دنیا جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی اور اسلام ایک نئی صبح کا آفتاب تھا۔

5) نصابوں میں علاقائی شخصیتوں کو اس طرح پیش کرنا چاہیے کہ ان کو پورے پاکستان کے لوگ اپنی عظمتوں کی فہرست میں شامل کریں۔ خوش حال خاں خٹک صرف پشتونوں کے ہی کیوں ہیرو ٹھہرائے جائیں؟ کیوں نہ پورا پاکستان اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھے۔ زبان کا مسئلہ اسی طرح سوچا جا سکتا ہے۔ مقامی زبانوں کے باوجود مرکزی قومی زبان کے تحفظ اور فروغ کو تمام علاقوں کے لوگ اپنا فریضہ خاص خیال کریں۔ اُردو زبان ڈیڑھ سو سال تک دورِ غلامی میں مسلمانانِ ہند کی وحدت کا نشان رہی ہے۔ اس کے لیے اجتماعی پیمانے پر بڑی بڑی لڑائیاں لڑی گئیں۔ یہ قومی تحریکوں کی ترجمان رہی ہے۔ اس میں اجتماعی احساسات بھی اردو ہی کے ذریعے سے ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ بڑی ستم ظریفی ہوگی اگر ہم علاقائی تعصب میں آکر اس وحدت کے اس نشان کو ضائع کریں۔

6) ہمارا مذہب اسلام اپنے پیروکاروں سے زندگی کے عام معمولات میں نظم وضبط کے مظاہرے کا مطالبہ کرتا ہے۔ قومی زندگی میں نظم وضبط قائم کرنا محض خدا، رسول ﷺ کا حکم ہی نہیں۔ ہماری ذاتی سلامتی اور ہمارے ملک کی سلامتی کا ایک ناگزیر تقاضا بھی ہے۔ جنگ اور قومی زندگی کے دوسرے نازک مواقع پر نظم وضبط کا فقدان ہمیں ہلاکت اور تباہی سے دوچار کر سکتا ہے۔ لہذا ہمیں اپنے گھروں، دکانوں دفتروں تعلیمی اور دیگر قومی اداروں میں نظم وضبط کی پرورش اور ترویج کرنی چاہیے اور اپنی ذات کو بھی ڈسپلن اور آئین و قانون کی پابندی کا عادی بنانا چاہیے۔

7) اس وقت وطنِ عزیز ایک آتش فشاں کے دہانے پر ہے۔ جو لوگ ان آتشی شعلوں کی ذد میں ہیں وہ آخرت کو سدھار رہے ہیں۔ جو بچ رہے ہیں، وہ جیتے جی مر رہے ہیں۔ شہر شہر اور قریہ قریہ کربلا کا منظر ہے۔ لوگ اپنے معصوم بچوں، بے گناہ عورتوں اور مردوں کے لاشے اٹھا اٹھا کر تھک چکے ہیں۔ ان کی نیندیں اڑ چکی ہیں۔ ان کے کھانے بے لذت ہو چکے ہیں کہ جیتے جی مر رہے ہیں، مناظر اور بیواؤں کی چیخ و پکار ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ سب کچھ دین اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ وہ دین جس کا معنی ہی امن و سلامتی ہے۔ وہ دین جس کا پیغام حیات بخش ہے نہ کہ حیات کش۔ جو دکھ درد بانٹنے کا درس دیتا ہے نہ کہ سکھ چین چھیننے کا جو کشت انسانیت میں محبت کے پھول اگانے کی بات کرتا ہے نہ کہ کانٹے بچھانے کی۔

8) آج کل پاکستان جن حالات سے دوچار ہے وہ ہم سب کے لیے دعوتِ فکر ہے کہ پاکستان کو ان مشکلات و مصائب سے کس طرح اور کیسے چھٹکارا حاصل ہو سکتا ہے۔ پاکستان جو ابھی ترقی کی راہ گامزن ہو رہا ہے، بے شمار سیاسی، سماجی اور اقتصادی مسائل سے دوچار ہے۔ خاص طور سے اب جب کہ ہمارا ایک بازو یعنی مشرقی پاکستان جو چند افراد کی غلطیوں اور ذاتی مفاد پرستی کی وجہ سے ہم سے علیحدہ ہو چکا ہے اور جہاں ساری قوم کو شرمندگی و ندامت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جہاں محبِ وطن عوام کو یہ دکھ سہنا پڑا وہاں بہت سے ایسے پیچیدہ مسائل اور بہت سی مشکلات نے ہمیں گھیر لیا جو اسے ترقی کی راہ پر لے جانے کی بجائے دوبارہ پستی کی طرف لے جانے لگے۔

9) داستان گوئی بنی نوع انسان کے قدیم ترین مشاغل میں سے ایک ہے۔ داستان کہنے اور سنانے کا شغل دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں کسی نہ کسی صورت میں ہمیشہ موجود رہا ہے۔ غور کیا جائے تو داستان گوئی ہی دنیا کے تمام تر ادبی کارناموں کی بنیاد ٹھہرتی ہے۔ ہر علاقے اور ہر خطے میں سنائی جانے والی داستانوں کے رنگ دوسرے علاقے یا خطے کی داستانوں سے مختلف رہے ہیں۔ یورپ میں داستانوں کے تین مشہور سلسلے تھے۔ روم، فرانس اور برطانیہ کی داستانیں۔ اسی طرح برصغیر پاک و ہند میں اردو داستانوں کے بھی تین ماخذ قرار دیے جا سکتے ہیں۔ عربی، فارسی اور ہندی ماخذ۔

10) شاید ہندوستان میں کسی اور زبان کے شاعر کو یہ امتیاز حاصل نہیں کہ وہ ماضی، حال اور مستقبل پر یکساں گرفت رکھتا ہو۔ غالب اپنے عہد میں بھی سربر آور تھا اور آج بھی سب سے زیادہ قد آور ہے اور کل بھی اس کے خیال کی رفعتوں کے سامنے پست و زبوں ہی نظر آتا ہے۔ یقین ہے کہ آنے والی نسلیں غالب کو انبساط و انقباض، کرب و نشاط اور رنج و راحت کے ہر موڑ پر اپنا ہم نواز اور شریک پائیں گی۔ وہ لمحوں کا شاعر ہے، مگر یہ لمحے قید مکان و زماں سے آزاد اور حلقہ شام و سحر سے ماورا ہیں۔

11) اتفاق کی خوبیاں لوگوں نے بہت کچھ بیان کی ہیں اور وہ ایسی ظاہر ہیں کہ کوئی شخص اتفاق سے بھی ان کو بھول نہیں سکتا۔ بہت بڑے بڑے واقعات دنیا میں گزرے ہیں۔ جن کو پرانی تاریخیں یاد دلاتی ہیں اور جن کی یاد سے ایک عجیب اثر ہمارے دلوں پر ہوتا ہے اور وہ سب باہمی اتفاق کا نتیجہ ہے۔ ایک ناچیز ریشہ جو نہایت کمزور ہوتا ہے۔ باہمی اتفاق سے ایسا قوی اور زبردست ہو جاتا ہے کہ بڑی سے بڑی قوت کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس وقت تعلیم یافتہ دنیا میں جو کچھ ترقی ہے یا مہذب ملکوں میں جو کچھ طاقت ہے وہ سب اتفاق کی بدولت ہے۔

12) اقبال اخلاق کا ایک عمدہ نمونہ تھے۔ خلیق اور ملنسار تھے۔ ہم نے کبھی آپ کو غصہ کرتے نہیں دیکھا۔ کوئی ناگواری ہوتی تو آپ ضبط کرتے۔ تحمل اور ضبطِ نفس بغایت تھا۔ عزم، حوصلہ، ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے مالک تھے۔ جس کام کی نیت فرماتے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچائے بغیر نہ رہتے۔ جھوٹ سے انتہائی نفرت تھی۔ صداقت اور حق گوئی کو پسند فرماتے تھے۔ تکبر، جاہ پسندی اور ہوس دنیا و نام کو بھی آپ میں نہ تھی۔ تواضع اور انکسار آپ کی خوبی تھی۔

13) لوگ وقت کی قدر و قیمت نہیں پہچانتے۔ انہیں پتا نہیں ہے کہ انسان کے ہاتھ میں اصل دولت وقت ہی ہے۔ جس نے وقت کو ضائع کر دیا۔ اس نے سب کچھ ضائع کر دیا۔ قدرت نے انسان کے ہر لمحہ زندگی کے سات ایک اہم فرض باندھ رکھا ہے جس کی ادائیگی میں اس کی زندگی کی ساری عظمتیں پوشیدہ ہیں۔ اگر وہ اپنی زندگی کے کسی لمحہ میں بھی فرض کو پہچاننے یا ادا کرنے میں کوتاہی کر جائے جو اس لمحے کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر اس فرض کا وقت زندگی میں کبھی نہیں آتا۔ کیوں کہ اس کے بعد اس کی زندگی میں جو لمحات بھی میسر ہوتے ہیں وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں ساتھ لاتے ہیں۔ اس وجہ سے جو فرض رہ گیا، وہ گویا ہمیشہ کے لیے رہ گیا۔

14) امت مسلمہ کے زوال کا ایک اہم سبب یہ رہا ہے کہ تعلیم کو کبھی ایک بالاتر ترجیح نہیں سمجھا گیا۔ وسائل کا رخ بالعموم ایسے منصوبوں کی طرف رہا جو قوم کے مستقبل کی تعمیر کے لیے چنداں ضروری نہ تھے۔ بتایا جاتا ہے کہ اکیسویں صدی کی ایک دہائی گزر جانے کے بعد بھی اسلامی دنیا کے ستاون ممالک میں صرف پانچ سو یونیورسٹیاں ہیں جب کہ صرف بھارت میں پونے نو ہزار کے قریب یونیورسٹیاں کام کر رہی ہیں۔ جاپان کے ایک شہر ٹوکیو میں یونیورسٹیوں کی تعداد پورے عالم اسلامی کی جامعات سے زیادہ ہے۔

15) اردو شاعری کے فروغ کا آغاز اسلامی تہذیب کے آخری دور میں ہوا۔ جبکہ عیش پرستی اور کاہلی نے ہمارے ہم وطنوں کے خیالات وجذبات کی روحانی آگ کو قریب قریب ٹھنڈا کر دیا تھا۔ قومی زندگی کی نبض سست ہو چکی تھی۔ جو کچھ بلند خیالی وضعداری اور عالی حوصلگی کے جوہر باقی رہ گئے تھے ان کی ہستی بجھے ہوئے چراغوں کی روشنی سے زیادہ نہ تھی۔ تاہم اس بد نصیبی کے دور میں اردو زبان کی خوش قسمتی سے چند ایسے باکمال پیدا ہوئے جو شاعری اور زبان دانی کے جوہر اپنے ساتھ لائے تھے اور جن کے ولولوں میں قومی زوال کے زمانے میں بھی بزرگوں کی حمیت اور تہذیب کا اثر باقی تھا۔

16) اقبالؒ مسلمانوں کو خودی کی تعلیم دیتے ہیں خودی ان کے کلام میں اہم اصطلاح ہے۔ خودی انسان کی ذات اور شخصیت کو کہتے ہیں۔ انسان اپنی ذات کا پہچاننے، اپنی حقیقت تک پہنچنے، اپنے اور خدا کے تعلق کو

سمجھے۔ اگر وہ خود کو سمجھ گیا تو خدا کا سراغ پالینا مشکل نہیں ہے۔ اقبال مسلمانوں میں خودی کو بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ عجز، کمزوری اور بزدلی کو دور کر کے انسان کو اس کے اصل مقام سے آشنا کرانا چاہتے ہیں اور ایسے ہی مسلمانوں کو جس کی خودی بیدار ہو گئی ہو وہ مرد مومن کہتے ہیں۔

17) تعلیمی پستی کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں اور اُن کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔ لیکن میرے خیال میں گرتے ہوئے معیار تعلیم کا بنیادی سبب اور اصل وجہ تعلیم کے لیے مثبت منصوبہ بندی کا فقدان ہے۔ سیاسی شہرت اور نام نہاد جمہوری ترقی نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔ نام نہاد ماہرین نے تعلیم کو عام کرنے کا نعرہ لگایا تو ہر تحصیل اور قصبہ میں ایک ایک کالج منصہ شہود پر آیا۔ یہ کالج اپنی قسمت کا رونا رو رہے ہیں اور نونہالان قوم بھی مفت میں اپنی جانیں کھو رہے ہیں۔ کالج ہر تحصیل میں موجود ہے مگر عمارت سے محروم، عمارت ہے تو کہیں اساتذہ کی کمی اور عدم توجہی اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ اساتذہ ہیں کہ رہائش کے مسئلہ سے دوچار دربدر مارے مارے پھرتے ہیں۔ عوام اپنے بے بس ہو چکے ہیں کہ ان کا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے۔ جب تک کالج تدریسی عمارت، تجربہ گاہ، کالج ہال، ہاسٹل سے محروم اور پرنسپل اور سٹاف رہائش کے مسئلوں سے دوچار رہیں گے معیار تعلیم گرتا ہی چلا جائے گا۔

18) مجھے جمہوری نظام اس لیے پسند ہے کہ یہ ہمیں شرکت و شمولیت کی کھلے بندوں دعوت دیتا ہے جب کہ غیر جمہوری نظام ہم سے ردعمل، جذباتی اور فکری شمولیت کا حق چھین لیتا ہے اور ہمیں لاتعلقی اور عدم دلچسپی کے صحرا میں عضوِ معطل کی طرح پھینک دیتا ہے۔ زندگی اور موت میں یہی فرق ہے کہ زندگی نام ہے شمولیت کا جب کہ موت نام ہے عدم تمولیت کا۔

19) انسان کی زندگی کا مقصد اپنے جیسے انسانوں کی مدد کرنا ہے۔ ایک اچھے مسلمان کے لیے حقوق اللہ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ اگر کوئی حقوق اللہ ادا کرتا ہے تو یہ اس نے فرائض ادا کئے۔ لیکن اللہ کی طرف سے انسانوں پر انسان کے جو حقوق ہیں وہ کسی صورت معاف نہیں کیے جاسکتے۔ ایک اچھا مسلمان حقوق اللہ کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرتا ہے۔ کامیاب لوگوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ وہ انسانیت کی خدمت کو اپنی زندگی کا لازمی جزو بنا لیتے ہیں۔ دنیا اسی قسم کے لوگوں سے خوب صورت بن سکتی ہے۔

20) عوام کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت اور پاسبانی حکومت کے اوّلین اور بنیادی فرائض میں سے سب سے اہم فرض ہے۔ اور جو حکومت اس اہم فرض کو کماحقہ انجام نہیں دیتی اسے مسندِ اقتدار پر متمکّن رہنے کا کوئی حق نہیں حکومت کے قیام کے بارے میں جتنے نظریے بھی آج تک سامنے آئے ہیں ان میں اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انسانی معاشرت میں حکومت جیسی قوت قاہرہ کے وجود کا بنیادی جواز یہی ہے کہ وہ اپنی طاقت سے اجتماعی زندگی میں امن و امان قائم کرے اور اپنے دائرہ اقتدار میں ایسے حالات پیدا کرے جن میں لوگ اپنی جان و مال، عزت و آبرو اور اپنے انسانی حقوق کے معاملے میں اپنے آپ کو بالکل محفوظ و مامون سمجھیں۔